اُسراۃ النبی ﷺ: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی نگارشات کا تعارفی مطالعہ

Family and Relatives of the Prophet (ﷺ): An Introductory Study of the Writings of *Dr. Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī*

*Syeda Rabbia Ahmad

**Dr. Monazza Hayat

Abstract

Study of the Family and relatives of Prophet Muhammad (ﷺ) has been an important subject of study in *Sīra* writings. Amongst the modern day biographers of the Prophet (ﷺ), an Indian scholar *Dr. Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī* has done a valuable work in the mentioned area. This article offers an introductory study of some of his writings on the family and relatives of the Prophet (ﷺ). It argues that *Dr. Ṣiddīqī's* research on the subject presents authentic and accurate information on the relevant personalities. He has provided wonderful insights to the seekers of guidance from the lives and characters of the people related to the *Sīra* of the Prophet and true evidences and facts to the researchers of the area.

Key words: *Sīra*, Family of the Prophet (ﷺ), *Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī*

سیرت سے متعلق موضوعات میں ایک اہم موضوع اُسراۃ النبی[1] ہے، جس میں آپ ﷺ کے خاندان و قریبی رشتے داروں اور ان سے آپ ﷺ کے تعلق وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔یوں تو اس موضوع پر کسی نہ کسی حوالے سے مختلف

* PhD scholar Islamic Studies, BZU, Multan

** Assistant Professor of Islamic Studies, BZU, Multan

[1] اُلاسراۃ کے معنی خاندان، کنبہ، فیملی، برادری اور مضبوط زرہ کے ہیں اور اس کی جمع اُسر ہے۔(وحید الزماں قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، مراجعہ و تقدیم۔عمید الزماں قاسمی کیرانوی (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001ء)، 123۔) عربی لغت المنجد میں اُلاسرۃ کے معنی خاندان ہے، جسے عائلۃ بھی کہا جاتا ہے، اور اسے مضبوط زرہ کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے، اس کی جمع الاسر ہے(المنجد، ترجمہ۔عصمت ابو سلیم (لاہور: مکتبہ دانیال، س ن)، 15۔) مصباح اللغات میں اُسراۃ کے لفظی معنی "خاندان اور مضبوط زرہ کے ہیں۔(ابو الفضل

سیرت نگار کام کرتے رہے ہیں، لیکن عصر حاضر میں اس حوالے جس شخصیت کا کام سب سے نمایاں اور اہم ہے، وہ معروف ہندوستانی سیرت نگار نظر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی (پیدائش 1944ء)[2] ہیں۔آپ نے آں حضور ﷺ کے خاندان اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے متعلق شخصیات، جن کا سیرت رسول ﷺ سے گہرا تعلق و نسبت رہی ہے، کو موضوع تحقیق بناتے ہوئے ان کے حالات و واقعات کو مختلف کتب و مقالات میں منفرد انداز سے مرتب کیا ہے۔ذیل کی سطور میں آپ کی اسی نوعیت کی اہم و نمایاں نگارشات کا تعارفی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے:

ام ایمنؓ، رسول اکرم ﷺ کی انا

آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد بننے والے رشتوں اور سماجی تعلقات میں سب سے پہلے والدین، اعزہ واقارب کے ساتھ ساتھ اہم تعلق و رشتہ انا اور رضاعی والدہ کا ہے۔حضرت ام ایمنؓ کو آپ ﷺ کی انا کی حیثیت حاصل ہے۔یٰسین مظہر صدیقی کی زیر نظر کتاب سلسلہ جواہراتِ سیرت کے تحت "حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی انا" کے عنوان سے دسمبر دوہزار تیرہ میں زوار اکیڈمی پبلی کیشنز نے شائع کی ہے،اور یہ چھالیس صفحات پر مشتمل مختصر مگر جامع کتاب ہے۔اس کتاب میں آپ نے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا ہے۔آپ نے حضرت ام ایمنؓ کے نام و نسب کے ضمن میں ابن سعد، ابن عبد البر کی روایات کے ذکر کے ساتھ ساتھ روایات کے اختلاف کو بھی بیان کیا ہے۔اور مکہ میں ان کی معاشرتی حیثیت کا تعین بھی کیا ہے۔آپ کے بقول روایات کا تقریباً اتفاق ہے کہ حضرت ام ایمن کا اصل نام برکۃ تھا، ابن سعد نے ان کے تذکرے کا عنوان ہی یہی قائم کیا ہے۔ام ایمن واسمھا برکۃ: یہ قول ابن عبد البر ان کے نام پر ان کی کنیت غالب آگئی، جو ان کے فرزند اول کے نام پر تھی۔ابن عبد البر نے ان کا نسب، برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن النعمان، وھی ام ایمن بیان کیا ہے۔اور ابن عبد البر نے ایک لقب بھی ان کا بیان کیا ہے کہ وہ یعنی ام الظباء کے نام سے معروف تھیں، یہ دوسرے مصادر میں بالعموم نہیں بیان کیا جاتا۔مذکورہ بالا تمام مصادر نے بالاتفاق ان کو حبشہ کی رہنے والی قرار دیا ہے، لیکن یہ کسی نے نہیں بتایا کہ وہ حبشہ سے کب اور کیسے مکہ مکرمہ لائی گئی تھیں۔روایات میں اس پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں کس کی باندی تھیں، بلاذری نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ام ایمن کو اپنے والد سے ترکے میں پایا اور آزاد کردیا۔بعض راویوں کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ام ایمن کو اپنی ماں سے وراثت میں پایا تھا اور آپ ہی نے

عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات (لاہور، اردو بازار، س ن)، 34۔) اُسراۃ النبی سے مراد نبی حضرت محمد ﷺ کا خاندان ہے، جس میں آپ ﷺ کے تمام تر اہل وعیال، عزیز رشتہ دار اور دوست واحباب آتے ہیں۔

[2]یٰسین مظہر صدیقی کے تعارف کے لیے دیکھیے: عہد نبوی میں قریش وثقیف تعلقات (کراچی: وفاقی اردو یونیورسٹی، 2015ء)، 9-10؛ یٰسین مظہر صدیقی، خطباتِ سرگودھا (سیرت نبوی کا عہد مکی)، مرتب۔ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر (سرگودھا: ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، 2016ء)، 6۔

ان کو آزاد فرمایا۔ دوسروں کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے والد ماجد سے ان کی ولا (تولیت، سرپرستی) پائی تھی اور ایک قوم کا قول ہے کہ وہ آپ کی ماں کی باندی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کو آزادی عطا کی تھی۔[3]

نبی کریم ﷺ سے ان کی محبت اور ان کو زبان کے سلسلے میں آپ ﷺ سے ملنے والی خصوصی اجازت کے بیان کے ساتھ ساتھ ان پر مزید تحقیقی کام کے لئے موضوعات کی نشان دہی بھی کی ہے جو کہ آپ کا خاص اندازِ تحریر ہے۔ آپ نے اس کتاب میں حضرت ام ایمنؓ کی زندگی کے تمام اہم واقعات، معاشی و معاشرتی مقام، ازدواجی زندگی، اولاد واحفاد کے تفصیلی ذکر کے ساتھ ساتھ غزوات نبوی ﷺ اور مرض ووفات نبوی ﷺ میں ان کی خدمات و کردار کو بھی اجاگر کیا ہے۔ آپ نے بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت ام ایمنؓ کے قبول اسلام کو ابن اثیر کی بیان کردہ روایت کے ذریعہ بیان کیا ہے اور آپؓ کی ہجرتِ حبشہ کے سلسلے میں ابن اثیر کی روایت کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا ہے۔ لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی تبلیغ سے حضرت ام ایمن نے اسلام قبول کر لیا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ اسلام کے آغاز میں ہی مسلمان ہو گئی تھیں اور صرف یہی نہیں انھوں نے حبشہ کو ہجرت بھی کی تھی اور بعد میں مدینہ ہجرت کر گئیں۔ حضرت ام ایمن نے حبشہ ہجرت نہیں کی تھی، تمام مصادر سیرت نے مہاجرین حبشہ کی فہرست میں ان کا نام نہیں گنایا ہے، غالباً کسی شاذ روایت میں ان کو مہاجرات حبشہ میں شمار کر لیا گیا ہو گا جو غیر معتبر ہے، حافظ ابن حجر نے ابن عبدالبر کے اس خیال و گمان پر کہ ام ایمن مہاجرہ حبشہ تھیں نقد کیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ مولف اسدالغابہ کو برکہ بنت یسار زوجہ قیس بن عبداللہ اسدی خزیمی کے نام سے غلط فہمی ہوئی ہو، کیوں کہ برکہ بنت یسار ابوسفیان اموی کی آزاد کردہ باندی تھیں اور مہاجرہ حبشہ بھی۔[4]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی بیوگی کے بعد آں حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ سے آپؓ کی دوسری شادی کروائی اور آپؓ کی ہجرتِ مدینہ کے واقعہ کو ابن ہشام، بلاذری، ابن سعد اور ابن حجر کی روایات کے ذریعے واضح کیا ہے۔ آپ نے غزوات نبوی کے سلسلے میں غزوہ احد، غزوہ مریسیع اور غزوہ خیبر کے عنوانات کے تحت ان غزوات میں آپؓ کی شرکت و کردار کے ساتھ ساتھ سریہ اسامہ بن زیدؓ کے ذکر میں حضرت زید بن اسامہؓ کو امیر لشکر نہ بنانے کی آں حضور ﷺ سے کی گئی درخواست کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ مدینہ منورہ میں قیام کے عرصے میں آپ ﷺ کا ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر جانے، اہل بیت کی طرح ان کو بھی حجاب کرنے کا حکم دینے، آپؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے مزاح، آپؓ کو عطیات عطا فرمانے، آپؓ کو خصوصی طور پر عربی زبان کے تلفظ کی ادائیگی کے سلسلے میں آپ ﷺ کے رخصت دینے جیسے واقعات کے ساتھ ساتھ حضرت خدیجہؓ اور بنات الرسول ﷺ کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں بھی اِن کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی فات کی تاریخ کے تعین کے لئے واقدی کی بیان کردہ تاریخِ وفات پر اعتبار کیا ہے۔ آپ

[3] یٰسین مظہر صدیقی، حضرت ام ایمنؓ رسول اکرم ﷺ کی انا (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز 2013ء)، 6-7۔

[4] صدیقی، حضرت ام ایمنؓ رسول اکرم ﷺ کی انا، 14-15۔

نے الگ الگ عنوانات کے تحت تمام تر مکی ومدنی دور حیاتِ حضرت ام ایمنؓ کو بیان کرنے کے بعد کتاب کے آخر میں خاتمہ بحث کے عنوان کے تحت ان کی زندگی، حالات وواقعات، اولاد و احفاد سے متعلق اپنا تجزیہ پیش کیا ہے۔آپ کے مطابق حضرت ام ایمنؓ سے متعلق معلومات کی تدوین میں سیرت نگاروں نے کوتاہ بینی سے کام لیا ہے،آپ نے ان پر شدید تنقید کرتے ہوئے اپنی تحقیق وتصنیف کو بکھری ہوئی معلومات کو یکجا کرنے کی کوشش قرار دیا ہے۔[5]

رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں

اُسراۃ النبی ﷺ کے ضمن میں یہ کتاب مکتبہ الفہیم، مونا تھ بھنجن یوپی سے اپریل دوہزار گیارہ میں شائع ہوئی، اس کی ضخامت ایک سواڑسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔آپ نے اس کتاب کی تقدیم میں رضاعت کے فطری، سماجی، دینی، مذہبی اور انسانی رسم کو نص قرآنی کے ذریعہ واضح کیا ہے، اور حضرت موسیٰؑ کی رضاعت اوراس فطری رشتے سے متعلقہ قوانین و احکام کو آیاتِ قرآنی سے بیان کیاہے، اور اس کے ساتھ ساتھ عرب میں پائی جانے والی اس جاہلی روایتِ رضاعت کو بھی واضح کیاہے کہ یہ عرب میں پایا جانے والا جاہلی رواج و دستور تھا۔آپ نے تقدیم میں ان سب امور کی وضاحت کے بعد حضرت ثویبہؓ اولین رضاعی ماں کے عنوان کے تحت سب سے پہلے رضاعتِ والدہ کی وضاحت کی ہے اور اس کے بعد رضاعتِ ثویبہؓ کی وضاحت کی ہے۔اس کتاب کی تصنیف و تالیف سے پہلے آپ نے حضرت ثویبہؓ کے نام اوراس نام کے معنی کو اپنے تحقیق کا موضوع بنایا اور "حضرت ثویبہؓ کا اسم گرامی ۔ معنی و مفہوم" کے عنوان کے تحت مختصر مگر جامع تحقیقی مقالہ تحریر کیا، بعد ازاں "حضرت ثویبہؓ، رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماں" کے عنوان سے مقالہ لکھا اور اس کتاب میں آپ نے حضرت ثویبہؓ سے متعلقہ ان سب تحقیقی معلومات کو اکٹھا کرنے کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور دیگر رضاعی ماؤں کے بارے میں بھی جامع معلومات فراہم کی ہیں۔آپ نے حضرت ثویبہؓ کے نام اور اس نام کے معنی پر تحقیق کرنے کے ساتھ ان کی مدتِ رضاعت اور آں حضور کریم ﷺ کے ساتھ رضاعت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے۔آپ لکھتے ہیں:

> "حدیث و سیرت اور تاریخ اسلامی کے بیشتر مآخذ کا اتفاق ہے کی حضرت ثویبہ (ث وےب ہ) رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی اولین مرضعہ، رضاعی ماں، دودھ پلائی اور دایہ تھیں۔"[6] "حضرت ثویبہؓ کے اسم گرامی کے معنی و مفہوم کے متعلق خاموشی نے بعد کے اہل علم کے لئے مشکل پیدا کر دی اور قیاس کا دروازہ کھول دیا۔اصلاً یہ "الثبۃ" سے ہے، جس کے معنی لوگوں کی جماعت ہیں اور ثبۃ کی جمع ثبتی ہے۔ابن منظور نے

---

[5] صدیقی، حضرت ام ایمنؓ رسول اکرم ﷺ کی انا، 37۔

[6] یٰسین مظہر صدیقی، رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں، (مؤناتھ بھنجن یوپی: مکتبہ الفہیم، 2011ء)، 25

اس کی اصل میں اہل لغت سے اختلاف کیا ہے، اور ان کے نزدیک ثاب ہے، جس کے معنی لوٹنے اور رجوع کے ہیں، اس کی اصل "ثوبۃ" ہے۔ اور اس کی تصغیر "ثویبہ" ہے، جس کے معنی حوض کے ہیں۔"[7]

آپ نے حضرت ثویبہؓ کے دیگر رضاعی فرزندان حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ، ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب، عبداللہ بن خمیس اسدی، ابوالاسد عبدالاسد مخزومی، اور جعفر بن ابی طالبؓ کے نسب و نسبت کے بیان کے ساتھ حضرت ثویبہؓ کے سماجی مقام و مرتبہ اور ان کی آزاد حیثیت اور ان کے اسلام لانے پر تفصیلاً بحث کی ہے اور ان امور کو بنیادی مصادر و مراجع کی مدد سے واضح کیا ہے۔ ایک مقام پر لکھا ہے:

"مکی سماج میں بالعموم اور خاندانِ قریش میں بالخصوص حضرت ثویبہ کا مقام و مرتبہ مولاۃ ابی الھب کی روایتی اور تنقیدی تحلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشتہ ولاء سے ابو لہب ہاشمی کی دوسرے موالی کی مانند مولاۃ ہی تھیں، وہ ان کی کنیز، بندی اور لونڈی نہ تھیں۔ بخاری، طبری اور دوسرے مورخین اور محققین کی بیانات و مباحث سے ان کی آزاد حیثیت ثابت ہوتی ہے۔ روایاتِ سیرت و رجال کے مطابق حضرت ثویبہؓ کے اسلام لانے پر علما و ماہرین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو اہل علم ان کے اسلام نہ لانے کے قائل ہیں، ان کی صرف ایک دلیل ہے کہ صحابہ و صحابیات میں ان کا شمار نہیں ملتا، یہ دلیل منطقی اور روایتی دونوں اعتبار سے بودی ہے۔"[8]

آپ نے حضرت ثویبہؓ کے تمام تر حالات زندگی، خاندانِ نبوت سے ان کے تعلق، اولاد و احفاد اور ان کی وفات کے بارے میں جامع معلومات فراہم کی ہیں اور یہ تمام بحث کل سڑسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد "حضرت حلیمہ سعدیہ، رسول اکرم ﷺ کی اصل رضاعی ماں" کے عنوان کے تحت ان کے انتخاب، نام و نسب، شوہر و اولادِ حلیمہ، رضاعتِ نبوی کی برکات و عرصہ، ان کی دوسری رضاعتوں، آپ ﷺ کے رضاعی بہنوں سے تعلق، معجزہ شق صدر، زمانہ رضاعت میں مکہ آمد رسول ﷺ اور حضرت حلیمہ کے گھر سے واپسی، رضاعی ماں سے آپ ﷺ کا ارتباط، حضرت شیماء سے الفت جیسے امور کے بیان کے ساتھ ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے پر بھی بحث کے ساتھ آپ کی وفات کی مذکور و متعین تاریخ کی عدم دستیابی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سب کے بعد آپ نے مختصر تجزیہ کے عنوان کے تحت تمام تر تحقیقی مباحث کو مختصر و جامع انداز میں بیان کیا ہے اور ان کے اسلام لانے کے قائل علما حافظ ابن منذہ اور ابن اثیر کے نقطہ نظر کو درست قرار دیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ سے متعلقہ تمام تر تحقیق و بحث کل چوون صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اختتام پر آپ نے دیگر رضاعی مائیں کے عنوان کے تحت آپ ﷺ کی رضاعت سے متعلق آٹھ مرضعات کی روایت پر تحقیقی انداز میں عمدہ بحث مختصر طور پر بیان کی ہے اور والدہ

[7] صدیقی، رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں، 86-87

[8] صدیقی، رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں، 64، 73-74۔

ماجدہ کے علاوہ صرف دو مرضعات حضرت ثویبہؓ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کو درست قرار دیا ہے اور باقی سب کو روایت پرستی کے شاخسانے کہا ہے۔[9]

عبدالمطلب ہاشمی، رسول اللہ ﷺ کے دادا

ایک سو بیس صفحات پر مشتمل کتاب "عبدالمطلب ہاشمی۔رسول اکرم ﷺ کے دادا" دوہزار پانچ میں قدوسیہ اسلامک پریس لاہو رنے طبع کی۔ اس کتاب کو سات عنوانات کے تحت مرتب کیاگیاہے۔سب سے پہلے عبدالمطلب ہاشمی۔جدامجدِ نبوی کے عنوان کے تحت دیگر سیرت نگاروں کی ان سے متعلق فراہم کردہ معلومات کو بیان کیاہے،اوران پر تنقید کی ہے کہ وہ اس معاملے میں شخصیت پرستی تک پہنچ گئے ہیں اور خوامخواہ آپ کے مقام و مرتبہ کو بڑھاچڑھا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے،جب کہ اصل حقائق کو مرتب کیاجاتا تو ان کی قریش میں عزت و رتبہ کے بیان کے لئے ایسا نہیں کرناپڑتا۔خاندانی پس منظر کے عنوان کے تحت ان کے حالات وواقعات بیان کیے ہیں۔خاندان کے بزرگوں کے ساتھ آپ کے دیگر بہن بھائیوں اور ازواج کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے آپ نے دیگر سیرت نگاروں پر تنقید کی ہے کہ انھوں نے تمام بہن بھائیوں میں صرف عبدالمطلب کاذکر کیاہے اور باقی سب کاذکر نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے اپنے دیگر بہن بھائیوں سے تعلق کے بارے میں بتاتے ہیں۔آپ نے عبدالمطلب کے والدین کی شادی ،آپ کی ولادت ،مقام ولادت اور سنہ ولادت کو تاریخی تحقیق کے تحت اخذ کیاہے اور عبدالمطلب کے اصل نام عامر اور لقب کی وجہ تسمیہ کاذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے والد کی وفات، ننھیال میں آپ کی پرورش، مکہ مکرمہ آمد اور مکہ میں پرورش کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کی ہیں۔آپ نے عبدالمطلب کے چچا مطلب کے گھر آمد و پرورش کے سلسلے میں مستشرق منٹگمری واٹ کے نکتہ نظر میں درستگی کے احتمال کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے لقب عبدالمطلب کی وضاحت بھی کی ہے۔ عبدالمطلب کی سوانح حیات کے بارے میں معلومات کے ساتھ آپ نے مکہ میں خاندانِ ہاشم کے بزرگوں کی جنگی حکمت عملی اور مکہ کے حالات کی تاریخی منظر کشی بھی کی ہے ۔عبدالمطلب ہاشمی کے ازدواجی تعلقات (ازواج کا پورا شجرہِ نسب، خاندان)،اولادِ عبدالمطلب اور اس سلسلے میں اختلافی روایات کے بیان کے ساتھ دیگر اہم واقعات میں چاہِ زمزم کی کھدائی، سقایہ حجاج، واقعہ فیل، نذر قربانیِ فرزند کو بھی کافی تفصیل سے بیان کیاہے۔ واقعہ فیل کے سلسلے میں عبدالمطلب کے کردار اور ان کے سماجی مقام و مرتبے اور ان کے دیگر ممالک شام، یمن و مدینہ کے اسفار کو بھی تحقیق کا موضوع بنایاہے اور ان سب کو اس عمدہ انداز سے بیان کیاہے کہ سیرت نگاری کے سلسلے میں ان سب کا ربط و تسلسل نظر آتاہے۔آپ نے عبدالمطلب کو چھٹی صدی عیسوی کی اہم اور مایہ ناز شخصیت قرار دیاہے۔آپ نے اولادِ عبدالمطلب کی شادیوں اور ان سے سماجی وقبائلی تعلقات اور روابط کی مضبوطی کو بیان کیاہے اور اسی ضمن میں جناب عبداللہ وآمنہ کی شادی کو بیان کرتے ہیں۔ ابن اسحاق وابن ہشام پر تنقید کرتے ہیں کہ انھوں نے تاریخ و زمانہ کے

---

[9] صدیقی، رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں، 164-168۔

تعین و شعور کے بغیر ہی بلا وقفہ تمام واقعات کو بیان کر دیا ہے۔ ابن سعد کی بیان کردہ روایات کو زمانی شعور کی بناپر قابل ترجیح قرار دیتے ہیں اور ان سب واقعات کے تسلسل میں جناب عبداللہ کی وفات اور آں حضور کریم ﷺ کی ولادت کو بھی بیان کیا ہے۔ سیرت طیبہ سے تعلق کے سلسلے میں دادا اور پوتے کے تعلق کو واضح کیا ہے کہ دونوں دادا پوتے میں پیدائشی یتیم ہونے جیسی مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ سے ان کی بے پناہ محبت و التفات کے ذکر میں آپ ﷺ کی ولادت پر ان کی بے انتہا خوشی، آپ ﷺ کا نام محمد رکھنا، آپ ﷺ کو پیدایش کے فوراً بعد کعبہ لے کر جانا، آپ ﷺ کے لئے دعا کرنا، شیطان سے بچاؤ کے لئے تعویز تجویز کرنا، ساتویں دن آپ ﷺ کا عقیقہ کرنا، آپ ﷺ کا ختنہ کرنا، دعوت کا اہتمام کرنا اور عرب روایات کے مطابق آپ ﷺ کی رضاعت کے لئے دودھ پلائیوں کی تلاش اور آپ ﷺ کی کفالت کے سلسلے میں عبدالمطلب کی والہانہ محبت و عقیدت کو مختلف واقعات کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ آپ نے عبدالمطلب ہاشمی کی وصیت کفالتِ نبوی اور وفات عبدالمطلب کے ضمن میں ان کے غسل، کفن و تدفین اور ان کی عمر بوقت وفات کو مختلف راویوں کے بیان سے اخذ کرنے کے بعد بیاسی سال کی متفقہ عمر کو دلائل سے بیان کیا ہے۔ یٰسین مظہر صدیقی نے عبدالمطلب ہاشمی کی وفات پر باقاعدہ طور پر آپ ﷺ کے سوگ منانے، ان کے جنازے میں روتے ہوئے شرکت کرنے، عرب کا واقعہ فیل کے بعد اسے قومی حادثہ قرار دینے اور اس سلسلے میں کئی مرثیے لکھے جانے اور آپ کی وفات سے تاریخ کا تعین کیے جانے جیسے امور کو بیان کرنے کے بعد اوصاف و خصائل کے عنوان کے تحت عبدالمطلب کی خوبیوں کو "حسن و جمالِ شخصیت، ، فیاضی و سخاوت" جیسے مختلف عنوانات کے ذریعہ مفصلاً بیان کیا ہے۔

آپ نے مختلف روایات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب اگرچہ اللہ کا تصور رکھتے تھے اور بہت سی بدعاتِ عرب کے مخالف اور دینِ ابراہیم کے پیروکار تھے لیکن ان سب کے ساتھ آپ کے عقائد میں شرک بھی پایا جاتا تھا اور ان کا یہی عقیدہ و دین ثابت شدہ ہے، جس کا ذکر آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے بھی کیا تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین پر ہی مرنا چاہتے ہیں۔[10]

اس کتاب میں یٰسین مظہر صدیقی تمام اصول تحقیقِ سیرت و تاریخ کو اپناتے ہیں۔ آپ روایات کے بیان کے سلسلے میں بنیادی و ثانوی ماخذ سیرت و تاریخ سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر تنقید بھی کرتے ہیں اور نتائج کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں اختلافاتِ روایات کے سلسلے میں سب سے پہلے اصول تطبیق کو اپناتے ہوئے واقعات کی وضاحت کی ہے اور جن روایات کے بیان کے سلسلے میں اصول تطبیق ممکن نہیں ہے وہاں آپ زمینی حقائق و دلائل کی بناء پر اصول ترجیح کو اپناتے ہیں۔ مختصراً یہ کتاب عبدالمطلب کی سوانح حیات ہونے کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری کے سلسلے میں بھی نہایت عمدہ تحقیق کا نمونہ ہے۔

---

[10] یٰسین مظہر صدیقی، عبدالمطلب ہاشمی رسول اکرم ﷺ کے دادا (لاہور: بیت الحکمت، 2005ء)، 70، 94، 105۔

عمِ نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے آں حضور ﷺ کے چچا کے سماجی رشتے کو منتخب کیا اور عمِ نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبویؐ کے عنوان کے تحت اکتالیس صفحات پر مشتمل تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا۔ آپ کا یہ مقالہ تحقیقاتِ اسلامی میں شائع ہوا۔ مقالے کے آغاز میں آپ نے مؤرخین و مؤلفین اور سیرت نگاروں پر یہ تنقید کی ہے کہ چند روایات پر اعتبار کرکے تاریخ نگاری و تصویر کشی کر لی جاتی ہے۔ آپ کے مطابق ہر دور کے مؤلفین میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے اور ان کے ذہنی رحجانات بھی ان کی تحریروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آپ نے سیرت طیبہ پر مرتب کی جانے والی زیادہ تر کتب کو بھی بنیادی ماخذ اور جدید تحقیقات کی نقالی قرار دیا ہے۔ آپ نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان میں سے اکثر زبیرؓ بن عبد المطلب کا ذکر تک نہیں کرتے ہیں اور جدید سیرت نگاران بھی سیرت ابن ہشام پر مکمل انحصار کرکے ان کا صرف سرسری ذکر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے مستشرقین کو اپنے بیانات کے سلسلے میں معذور قرار دیا ہے ،اس بحث کو آپ نے اس موضوع کے انتخاب کی اصل وجہ بھی قرار دیا ہے۔ آپ نے "نسب و اصل" کے عنوان کے ذریعہ اِس موضوع پر تحقیقی کام کا آغاز کیا ہے۔ ابن ہشام نے انھیں حقیقی چچا تسلیم کیا ہے، اور بعد کے سیرت نگاران بھی انھی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ نے تحقیقِ قاضی سلیمان منصور پوری کی تعریف و تحسین کی ہے کہ انھوں نے نسب نبوی پر مفصل کلام کے ساتھ زبیر بن عبدالمطلب کا تفصیلی ذکر بھی کیا ہے۔ آپ کے مطابق قدیم و جدید تمام ماخذ میں زبیر بن عبدالمطلب کی تاریخ ولادت کا ذکر تک نہیں ملتا ہے۔ تاریخی تخمینہ کے حساب سے آپ نے زبیر بن عبدالمطلب کا سن ولادت متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور عرب رسم و رواج اور روایات پر قیاس کرتے ہوئے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے امور کو بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق زبیر بن عبدالمطلب کی تاریخ ولادت (535ء) سے قبل ٹھہرتی ہے کہ یہ ولادت ابوطالب کا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک دو سال یقیناً ان سے بڑے ہوں گے لہٰذا ان کا سنۂ پیدائش لگ بھگ 533ء ٹھہرتا ہے گویا ان کی عمر سن نبوی سے سینتیس سال زیادہ رہی تھی جبکہ ان کی ولادت کے وقت ان کے والد ماجد عبدالمطلب بن ہاشم کی عمر لگ بھگ پینتیس چھتیس سال رہی تھی کیونکہ ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں 578ء میں اسی پچاسی سال کی عمر میں ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سارا حساب ریاضی کے قاعدہ کے مطابق تخمینی ہے اور اس میں دو چار سال کا فرق ہو سکتا ہے لیکن ان تمام بزرگوں کی عمروں اور ان کی تاریخ ہائے ولادت کا قریب قریب صحیح تخمینہ یہی ہو سکتا ہے۔[11]

یٰسین مظہر صدیقی نے زبیر بن عبدالمطلب کے سوانحی خاکہ کے بیان سے پہلے سیرت طیبہ سے ان کے تعلق کو مختلف حوالوں کے ذریعے واضح کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے حقیقی چچا کا حوالہ دوسرا حوالہ زبیر بن عبدالمطلب ہی آپ ﷺ کے والد عبداللہ کی خبر گیری و تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ گئے اور اُن کی تجہیز و تکفین کی ذمہ داری ادا کرکے اُن کا مالِ تجارت مکہ مکرمہ لے کر آئے تھے۔ اگلا تعلق آپ ﷺ کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری کا ہے ،ایک اہم حوالہ

---

[11] یٰسین مظہر صدیقی، مقالاتِ سیرت، مرتب-ہمایوں عباس شمس (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س ن)، 178

عبدالمطلب اور بنو خزاعہ کے ہونے والے معاہدے کا ہے۔ کفالتِ زبیر بن عبدالمطلب کے ضمن میں اگلا حوالہ چودہ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا ان چچاکے ساتھ سفر تجارت کا ہے، جس کے بارے میں تفصیلی ذکر ابن کثیر کی کتاب میں پایاجاتاہے۔آپ نے ابن حبیب بغدادی کے زبیر بن عبدالمطلب کے سفرِ طائف کو بناسبب بیان کرنے کاحوالہ بھی دیا ہےاور دیار بکری کے آپ ﷺ کے اپنے چچاکے ساتھ یمن کاسفر کرنے کا ذکر بھی کیا ہے۔اگلا حوالہ جنگ فجار میں زبیر بن عبدالمطلب کی شمولیت کاہے۔سیرت طیبہ سے اگلا تعلق آپ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی تقریب میں سربراہِ خاندان کی حیثیت سے زبیر بن عبدالمطلب کی شرکت کاہے۔سیرت طیبہ سے تعلق کے ضمن میں حلف الفضول کے معاہدہ اور تعمیر کعبہ کے واقعات میں بھی زبیر بن عبدالمطلب شریک تھے ۔ مختصر یہ کہ قبل از بعثت حیات طیبہ سے متعلق تمام تر اہم واقعات میں زبیر بن عبدالمطلب کی شرکت یقینی نظر آتی ہے۔آپ نے ان حوالوں کی مدد سے اس عمِ نبوی کاسیرت طیبہ سے تعلق بیان کرنے کے بعد ان کی وفات کے بارے میں قاضی سلیمان منصور پوری کی رائے کو اختیار کیا ہے، جن کے مطابق زبیر بن عبدالمطلب کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر چونتیس سال تھی۔مصنف نے سیرت طیبہ اور زبیر بن عبدالمطلب کے سماجی تعلق کو مختلف حالات وواقعات کے ذریعہ بیان کرنے کے بعد زبیر بن عبدالمطلب کی شخصیت و کردار کو الگ عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔آپ نے زبیر بن عبدالمطلب کو خاندانِ بنو عبدالمطلب کااہم جزو قرار دیا ہے اور والد کی وفات کے بعد بنی ہاشم کے ساتھ ساتھ خاندان عبدمناف کے سردارکے طور پر بھی بیان کیا ہے جیساکہ والد کے وصی ہونے کے ساتھ ساتھ سقایہ ورفادہ جیسے عہدوں کی ذمہ داری بھی انھوں نے سرانجام دی۔آپ کے مطابق زبیر بن عبدالمطلب نے خاندانی تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو بھی بین الاقوامی تجارت سے متعارف کروایا تھا۔ آپ نے زبیر بن عبدالمطلب کو سیر چشم، فراخ دل ،خوش مزاج، بلند کردار ،محبت کرنے والا، خوش بیان شاعر اور ادبی مزاج رکھنے والی شخصیت کے طور پر بیان کیا ہے۔آپ نے زبیر بن عبدالمطلب کی آل واولاد کے بارے میں پائے جانے والے اختلافات اور قلتِ معلومات کا ذکر کرتے ہوئےابن حزم، ابن سعد، واقدی، ابن اثیر،اور دیار بکری کی بیان کردہ روایات کو نقل کیاہے ۔فرزندانِ زبیر بن عبدالمطلب اور دخترانِ زبیر بن عبدالمطلب کے عنوانات کے تحت اولاد زبیر کی دستیاب معلومات اور مختلف حالات وواقعات کو بیان کیاہے۔اس مقالے کے اختتام میں آپ نے خاندانِ زبیر بن عبدالمطلب پر دوبارہ نظرکے عنوان کے تحت اس امر کی وضاحت کی ہے کہ آل و اولادِ زبیر کاذکر بھی قدیم راویوں کی جانب داری کا شکار ہواہے۔آپ کے مطابق ان کے بارے میں کافی ناقص معلومات ملتی ہیں، لیکن حالات وواقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ چچاکی وفات تک آپ ﷺ کاان سے اور ان کے خاندان سے کافی گہرا تعلق رہاہے اور آپ ﷺ ان سے بہت محبت کرتے تھے ۔چچاکی وفات کے بعد آپ ﷺ نے ان کے خاندان والوں کی کفالت کی ذمہ داری بھی اُٹھائی تھی۔آپ ﷺ کے اس چچاکی تمام زندہ اولاد نے اسلام قبول کیا تھااور ہجرت

مدینہ کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کے مطابق آپ ﷺ کی پرورش اور خدمت کے سلسلے میں زبیر بن عبد المطلب ہاشمی اور ان کی اولاد کو حاصل ہونے والی سعادت ایک اٹل حقیقت ہے۔[12]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

یٰسین مظہر صدیقی نے اُسراۃ النبی ﷺ میں سے حضرت حکیم بن حزامؓ کو تعمیر و تربیت نبوی اور سیرت نبوی کا ایک اہم باب قرار دیا ہے۔ اسی تعلق کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے حضرت حکیم بن حزامؓ کے نام سے کتاب مرتب کی۔ یہ کتاب زوار اکیڈمی پبلی کیشنز نے دسمبر دوہزار اٹھارہ میں کراچی سے شائع کی ہے۔ کتاب کی ضخامت ایک سو اکاون صفحات پر مبنی ہے۔ آپ نے کتاب کے دیباچے میں نہایت ثقیل الفاظ اور اصطلاحاتِ اردو کے ساتھ اپنے اس موضوع تحقیق کو بیان کیا ہے۔ آپ کے مطابق بنیادی ماخذ سیرت و تاریخ میں ان سے متعلق اتنا مواد موجود ہے کہ اگر کوشش کی جائے تو ان کی سیرت پر جامع مضمون مرتب کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے سیرت نگاروں پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے ان کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کی ہیں، اور ان کا بیان کردہ تعارف، ان کی شخصیت و کردار کے شایانِ شان نہیں ہے۔ تمہید کے ضمن میں حضرت حکیم بن حزامؓ کے خاندان و نسب کو بیان کرنے کے بعد مادری نسب اور ننہالی خاندان کے عنوان کے تحت ان کے والدین اور خاندان کے مکمل تعارف میں آپ کے رہائشی علاقے سے متعلق معلومات کو بھی بیان کیا ہے۔

سیرت سے ان کا تعلق یہ ہے کہ آں حضور ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی انھی کے مکان میں ہوئی تھی۔ ان سب تفصیلات کے بعد حضرت حکیم بن حزامؓ کی ولادت کی مستند تاریخ ان کی اپنی بیان کردہ روایت سے لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اسی روایت سے حضرت خدیجہؓ اور آں حضور ﷺ کی عمر مبارک بھی بتاتے ہیں۔ آپ نے ولادت کے بعد حضرت حکیم بن حزامؓ کی تعلیم و تربیت کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ آپ نے عرب معاشرے کی روایات کے پیش نظر حکیم بن حزامؓ کی رضاعت اور تعلیم و تربیت کو قیاس کیا ہے کہ عرب رسوم و رواج کے تحت ہی ان کی بھی پرورش ہوئی ہو گی، اس کے ساتھ آپ نے اِن کے بچپن و لڑکپن کے واقعات میں آں حضور ﷺ کے والد محترم عبداللہ کی قربانی کی جگہ اونٹوں کی قربانی، خانہ کعبہ کی اولین تعمیر، جنگ فجار کے واقعات کو بیان کیا ہے کہ سیرت طیبہ میں ان واقعات کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور حکیم بن حزامؓ ان تمام واقعات کے عینی شاہد ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ فجار کے شریک بھی ہیں۔ ان کا پیشہ تجارت تھا اور یہ معاشی لحاظ سے خوشحال و غنی ہونے کے ساتھ ساتھ ہر موقع پر خرچ کرنے والے، ضرورت مندوں، قرابت داروں اور عزیزوں کی مدد کرنے والے انسان تھے اور ان کی یہ خصوصیات زمانہ جاہلیت و زمانہ اسلام دونوں میں پائی جاتی تھیں۔ انھیں قومی معاملات میں رفادہ اور دار الندوہ جیسے بنیادی مناصب حاصل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبِ حنفیت پر قائم ہونے کو آپ نے ان کی مختلف عادات و خصائل پر قیاس کیا ہے، کیونکہ آپ

---

[12] صدیقی، مقالاتِ سیرت، 202

کے مطابق ان کی بت پرستی و شرک کے بارے میں کوئی واضح روایات نہیں ملتی ہیں۔ان کی ازواج واولاد کے سلسلے میں بھی آپ نے عرب روایات پر قیاس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی شادی بھی بیس پچیس سال کی عمر میں ہوئی ہو گئی۔آپ نے بلاذری کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اِن کی ایک زوجہ اور دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے، یہ بھی کہا ہے کہ دیگر بنیادی ماخذ الاصابہ اور اسد الغابہ میں آپ کی دوسری بیوی اور دیگر صاحبزادوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔آپ ﷺ سے قریبی تعلق رکھنے والی تقریباً تمام شخصیات سے ان کا کافی گہرا تعلق تھا جیسا کہ آپ آں حضور ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب اور ابو طالب بن عبد المطلب خصوصاً اور دیگر چچا عمومی طور پر ان کے ہم عصر و بزرگ ساتھی تھے۔یہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور ان کے کاروبار کے منتظم و منیجر، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گہرے دوست اور کاروباری ندیم ہونے کے ساتھ حضرت عثمانؓ اور زبیر بن عوام اسدیؓ کے قریبی رفیق اور برادر نسبتی بھی تھے۔حکیم بن حزام، دور بعثت نبوی سے قبل آپ ﷺ سے کافی محبت اور تعلق رکھتے تھے۔ان سب کے ساتھ آپ نے اس امر کی بھی وضاحت کہ ہے کہ حکیم بن حزامؓ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو مختلف تحائف دیتے رہتے تھے، اور حضرت زید بن حارثہؓ کو بھی انھوں نے ہی سوق عکاظ سے خریدا تھا اور اپنی پھوپھی کو ہدیہ کیا تھا، جو کہ بعد ازاں آں حضور ﷺ کے متبنّیٰ کی حیثیت سے جانے جاتے رہے۔اس کے ساتھ ساتھ بعد از بعثت شعب ابی طالب میں محصورین کے لئے سامان کی فراہمی، حضرت خدیجہؓ کی تدفین، دار الندوہ میں شمولیت کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔فتح مکہ کے موقع پر آپؓ کے قبولِ اسلام، غزوہ حنین میں شمولیت اور بحیثیت صحابی رسول ﷺ آپؓ کے اقوال وافعال، تجارت وصدقات جیسے امور کی بھی وضاحت کی ہے۔

آپ نے اس کتاب کو مختلف ادوار کے حساب سے ابواب میں تقسیم کیا ہے۔اس کتاب میں بعثت نبوی کے بعد ان کے مقام و کردار اور عہد نبویؐ میں ان کے حالات وواقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور عرب روایات کے پیش نظر قیاس اور اصول ترجیح کو اپناتے ہوئے ان کے حالات و واقعاتِ زندگی کو تسلسل سے تحریر کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اختلافی روایات کو بیان کرکے ان سے ترجیحاً نتائج اخذ کیے ہیں۔آپ کے مطابق یہ موضوعات مزید تحقیق کے متقاضی بھی ہیں اور واقعاتی ثبوت اور تاریخی شواہد دستیاب مواد و معلومات کی کمی کو کافی حد تک دور کر دیتے ہیں۔آپ نے ان کی شخصیت نگاری کے ساتھ ساتھ سیرت طیبہ کے ضمن میں ان کے مقام و کردار کو بنیادی ماخذ سیرت کے ذریعے نہایت عمدہ تحقیقی انداز میں منظّم و مرتب کیا ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

یٰسین مظہر صدیقی نے آں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ سے رشتہ وسماجی تعلق کو بھی موضوع تحقیق بنایا ہے اور ان کی شخصیت و کردار کے بیان کے ساتھ ساتھ سیرت طیبہ سے ان کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے ان کے مقام و کردار کا تعین کیا ہے۔آپ کی دوسو آٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی مرتبہ دو ہزار اٹھارہ میں ادارہ علوم اسلامیہ کے شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سینٹر کی جانب سے شائع کی گئی۔اس کتاب کا انتساب حضرت سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے نام ہی کیا گیا

ہے۔زیر مطالعہ کتاب زوار اکیڈمی پبلی کیشنز نے دسمبر دوہزار اٹھارہ میں کراچی سے زیور طبع سے آراستہ کی ہے۔آپ نے کتاب کے آغاز میں تقدیم شہادت کے عنوان کے تحت موضوع کی اہمیت اور تعارف و تمہید کو بیان کیا ہے،اور اسی موضوع کے تحت آپ نے تاریخ سازی و سیرت نبوی ﷺ کے ضمن میں پائی جانے والی عمومی روش کا ذکر کیا ہے کہ زیادہ تر تاریخ و سیرت کے سلسلے میں معلومات کا ارتکاز آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہی ہے، اور دیگر شخصیات کے کارناموں کے بارے میں معلومات کی فراہمی میں فقدان کا رجحان پایا جاتا ہے، اوراس کے ساتھ صنفی امتیازات کا اثر بھی دیکھنے میں آتا ہےاور اس سلسلے میں آپ نے حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہ بن خطابؓ کے بارے میں معلومات کی عدم دستیابی کو بطورِمثال ذکر کیاہے،اور یہی فقدانِ معلومات کی روش حضرت حمزہؓ کے حوالے سے بھی پائی جاتی ہے۔آپ نے مصادر سیرت و حدیث اور ماخذ تفسیر و تاریخ پر بھی اعتراض کیاہے کہ ان میں بسااوقات توازن نہیں پایاجاتاہےاور امثال کی مدد سے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔آپ نے روایاتِ سیرت وحدیث میں پائی جانے والی ہم آہنگیوں اوراختلافات کا بھی ذکر کیا ہے،اس کی مثال ووضاحت حضرت حمزہؓ کی شہادت کے واقعہ کی روایت بزبان وحشی سے دی ہے۔آپ نے اس موضوع پر اپنی کتاب کو تاریخی و تجزیاتی مطالعہ قرار دیا ہے، اور معلومات کے استفادے کے لئے متقدمین امام ابن کثیر، ابن سید الناس، بلاذری، امام بخاری، ابن حجر عسقلانی، امام احمد بن حنبل، حلبی اورشاہ ولی اللہ کے ساتھ ساتھ جدید سیرت نگاروں میں شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، عبدالرؤف دانا پوری، ادریس کاندھلوی اور حکیم محمود احمد ظفر کا حوالہ دیا ہے، اور ان کے ساتھ زرقانی کی کتاب جامع کی عدم دستیابی کی وجہ سے عدم استفادہ کو بھی بیان کیا ہے۔آپ نے مسلم متقدم و متاخر سیرت نگاران کے علاوہ مستشرقین مار گولیتھ، کیرن آرمسٹرانگ اور این میری شمل کی کتب کا بھی حوالہ دیا ہے کہ ان مستشرقین کی کتب میں حضرت حمزہؓ کے سلسلے میں نئ جہات اوران کی شخصیت سازی کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

اس تمہید و تعارف کے بعد آپ نے سات مختلف نکات کے تحت تمام مضمون کا مفصل تعارف پیش کیا ہے۔اس کے بعد باقاعدہ طور پر تمہید سیرت شہادت کے عنوان کے تحت اس کتاب کا باقاعدہ آغاز کیاہےاور صاحبِ قران حضرت حمزہؓ کے موضوع کے ذیل میں آپ کی ولادت ورضاعت اورولادت ورضاعت نبوی ﷺ سے اس کی نسبت و تعلق کو بیان کیا ہے،اس کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہؓ کی جسمانی طاقت اور دلکش شخصیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ نام ونسب کے موضوع کے تحت ان کا نام مع مادری و پدری نسب بیان کیا ہےاور خاندانِ عبد مناف کے مختلف قبیلوں کے مابین تعلقات اور رشتہ ازواج کا تذکرہ کیاہے، اور اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ کا ان سب چھ سات بطون قریش سے تعلق تھااور مادری، پدری نسب کی وجہ سے تعلقِ قریش کے ساتھ آپ نے خونی/رضاعی و سسرالی روابط کی تاثیر کے موضوع کے تحت معاملات و تعلقات کے سلسلے میں عرب کے عام دستوراور ان تعلقات کے اثرات کو بھی واضح کیا ہے۔ اس وضاحت کے بعد عبدالمطلب ہاشمی اور عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادیوں کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی ولادت وحمل کے ضمن

میں آپ کی والدہ سے مروی روایت کا حوالہ دیا ہے اور آپ کی تاریخ و سن ولادت کو ابن سعد و بلاذری کی روایات کے ذریعہ واضح کیا ہے عقیقہ کے عنوان کے تحت وضاحت کی ہے کہ عبد المطلب نے حضرت حمزہؓ اور حضرت صفیہؓ کے علاوہ سب اولاد کا عقیقہ کیا تھا اور اس رسمِ عقیقہ کے بعد ان کی رضاعتِ ثویبہؓ کے زمانہ کے تعین کے ساتھ رضاعی بھائیوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ پھر اِن کی نشو و نما کو عرب رسم و رواج پر قیاس کر کے بیان کر دیا ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ انھوں نے بچپن میں ہی پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا اور کتب احادیث میں ملنے والے ان کے اشعار کو بطور دلیل لیا ہے۔ آپ نے فوجی تربیت کے عنوان کے ذیل میں حضرت حمزہؓ کی تلوار زنی، نیزہ بازی، شمشیر زنی، تیر اندازی، گھڑ سواری اور اونٹ سواری جیسی خصوصیات، عادات و مشاغل اور فوجی تربیت کو بھی بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں آپ نے مستشرقہ کیرن آرمسٹرانگ کی کتاب کو بھی بطور ماخذ لیا ہے۔ آپ نے اہم واقعات واحوال کے عنوان کے تحت ولادت و تربیت نبوی ﷺ، عبد المطلب کی دعائے استسقاء، وفاتِ عبد المطلب، کفالتِ برادران اور ترکہ پدری میں آپ کے حصے کو بیان کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے ان کے دودھیالی و ننھیالی ارتباط اور آپ ﷺ سے ان کے رضاعی رشتہ اور مودت کو بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں بھی کیرن آرمسٹرانگ کو بطور ماخذ ذکر کیا ہے۔ آپ نے تعمیر کعبہ کے سلسلے میں حضرت حمزہؓ کی شمولیت کے ذکر کے ساتھ ساتھ تعمیر کعبہ کی مروجہ اصطلاح کی مرمت عمارت کعبہ کے الفاظ کے ذریعہ اصلاح کی ہے۔ آپ نے تجارتی مشاغل کے عنوان کے تحت حضرت حمزہؓ کی تجارتی تربیت، اصول و طریق کار تجارت، آپ کے تجارتی ندیموں کا ذکر کرنے کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی تجارتی تربیت و تعارف میں ان کے کردار کو بیان کیا ہے۔ وہ بلاذری پر تنقید بھی کرتے ہیں کہ انھوں نے اس ذمہ داری کی انجام دہی صرف ابوطالب کے حوالے سے بیان کی ہے اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی اپنے چچاؤں کے ساتھ تجارت میں شرکت کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کے بعد حضرت حمزہؓ کی شادی کے سلسلے میں معلومات کی کمی کے ذکر کے ساتھ آپ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں ملنے والی معلومات کو بیان کرتے ہوئے حضرت حمزہؓ کو آپ ﷺ کا ہم زلف بھی قرار دیا ہے۔ حضرت حمزہؓ کی شادی کے بعد آپ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی میں چچاؤں کی شرکت کے ذیل میں ان کی شرکت اور آپ ﷺ کی اولاد کے عقیقہ کی تقریب میں بھی حضرت حمزہ ﷺ کی شرکت کو بیان کیا ہے اور سیرت طیبہ سے اس تعلق کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ نے نوجوانانِ قریش کی صفات کے حامل ہونے کے علاوہ حضرت حمزہؓ کی غیرت اور شکار کے شوق کو بھی واضح کیا ہے۔ ان سب امور کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی جنگِ فجار، حلف الفضول اور قومی و قبائلی حلف وولاء، تعمیر کعبہ اور دین حنیفی کی پیروی کے سلسلے میں کردار کی وضاحت بھی کی ہے۔ قبل از بعثت ان تمام امور اور سیرت مصطفیٰ ﷺ سے ان کے تعلق کو بیان کرنے کے بعد اعلان نبوت کے بعد ان کے قبولِ اسلام، ہجرتِ مدینہ اور ابتدائی غزواتِ نبوی ﷺ میں ان کے کردار کو مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ غزوہ احد میں ان کی ناقابل تردید شمولیت کے ساتھ ان کی شجاعت

،مدافعتِ نبوی، شہادت ،مثلہ ،حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور حضرت حمنہ بنت جحش کی زیارت حمزہؓ ، تکفین سیدالشہداء، نماز جنازہ اور تدفین سید الشہداء، مراثی سیدالشہداءکے عنوانات کے ذریعے مفصلاً آپؓ کی شہادت کے واقعہ کی منظر کشی کی ہے اور آپؓ کی عظیم شہادت کے ذریعہ حاصل ہونے والے لقب سید الشہداء کو بھی واضح کیا ہے۔آپ نے غزوہ احد اور شہادت حمزہؓ کا کچھ اس طرح تجزیہ کیا ہے:

> " فتح بدر بلاشبہ یوم الفرقان ہے اور تمام غزوات کا سرتاج مگر وہ صرف فتح و نصرت اور حق و باطل کی رزمگاہ میں فتح حق اور فیصلہ حق تعالیٰ کا شاہکار ہے۔غزوہ احد نے اول لمحے سے کرب و بلااور امتحان وآزمائش کی تاریخ لکھنی شروع کی تھی اورآخر تک خون سے رنگین داستان ہزار رنگ بیان کی ،وہ ایسا غزوہ نبوی اور واحد غزوہ نبوی ہے، جس نے جسم ومال کی شکست وریخت کے بعدروح پرور اور جان سازاور فکرو نظرساز عزم بالجزم کا مرقع بنایا اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی اس غزوہ عزیمت کے سب سے بڑے اور سب سے تابناک کردار تھے ،جو اپنی قربانی و کردار سے اسے مثالی بنا گئے۔ "[13]

کتاب کے آخر میں " حمزہ نامہ شہادت "کے عنوان کے تحت تمام تر کتاب کا خلاصہ مختصر وجامع انداز میں تحریر کیا گیاہے۔آپ نے اس کتاب کے ذریعہ حضرت حمزہؓ کی پوری سیرت کا جامع نقشہ ،آپ ﷺ سے ان کے تعلق واُلفت ،آپ ﷺ کی ان سے محبت اور صحیح سیرت نبوی ﷺ کو جامع انداز میں مرتب کیا ہے۔ان تمام تر امور کی بناپر یہ کتاب اُسراۃ النبی کے سلسلے میں شاہکار تصنیف کادرجہ رکھتی ہے۔

خلاصہ بحث

ڈاکٹر یلسین مظہر صدیقی نےاُسراۃ النبی سے متعلق اہم شخصیات کی سوانحِ عمری، سماجی مقام و کرداراور سیرت طیبہ سے ان کے تعلق کو اپنا موضوع تحقیق بناتے ہوئے اس ضمن میں بہت سی منتشر روایات کو یکجا کرکے پیش کر دیاہے۔اُسراۃ النبی ﷺ کے حوالے سے ڈاکٹر صدیقی کی نگارشات ، متعلقہ شخصیات کی اصول تاریخ نگاری کے عین مطابق مکمل سوانح پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ وروایات میں پائے جانے والے اختلافات واغلاط کامدلل حل بھی پیش کرتی ہیں۔نقطہ آفرینی کے منفرد اسلوب ،اصولِ تطبیق وترجیح اور گیرائی وگہرائی کی حامل یہ تصانیف تعلیم و تحقیق کی نئی راہیں واکرتی ہیں۔ان نگارشات کو عام قارئین و طلبہ کے لئے قابل رسائی بنایا جانا چاہیے، تاکہ درست و جامع معلومات کی فراہمی ممکن ہو پائے اور متعلقہ موضوعات پر مزید قابلِ قدر تحقیقی کام کیا جاسکے۔معلومات میں اضافے کے ساتھ ساتھ زیر نظر کتب سے افرادِ معاشرہ کو اپنے خاندانی وسماجی تعلقات کو بہتر بنانے میں بھی خاطر خواہ مدد فراہم ہو سکتی ہے۔

---

[13] یلسین مظہر صدیقی، سیدالشہداء حضرت حمزہؓ (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز،2018ء)،119۔